اقبالؒ کا ذہنی و فنی ارتقا: ڈاکٹر پروفیسر عبدالمغنی (پٹنہ۔ بھارت)۔ ناشر: انجمنِ ترقی اردو (ہند) نئی دہلی (پتہ کتب خانہ اردو بھون۔ سقف ۲ چوہٹہ۔پٹنہ ۸۰۰۰۰۴ (بھارت)

ڈاکٹر عبدالمغنی اردو تنقید کے دائرے میں اتنا بڑا مرتبہ رکھتے ہیں اور اتنا کام کر چکے ہیں کہ جی چاہتا ہے کہ' کوئی شخص خود ان کے کام پر تفصیلی تحقیقی مقالہ (یا کتاب) تیار کرے۔

ڈاکٹر صاحب کا بہت بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انگریزی لٹریچر اور ادبی نظریات پر عبور رکھنے کے باوجود اپنے تصوّرات و اقدار کو سلامت رکھ کر سوچتے ہیں اور جدیدی طبقوں کی کمزوریوں سے ماہرانہ آگاہی رکھتے ہیں۔ انہوں نے اردو ادب پر مغربی تسلط کو توڑنے کے لئے اس طرح کام کیا ہے جیسے کوئی طاقت اپنے ملک و وطن کو کسی غلام ساز طاقت سے آزاد کراتی ہے۔

بدقسمتی سے مغربی نظریات کی پالکیاں اٹھانے والے معزز کہاروں نے اقبالؒ کو خاص طور پر ہدف بنائے رکھا' کیونکہ اقبالؒ تو مغرب سے بغاوت کرنے میں "اوّل المجاہدین" کا مقام رکھتا ہے۔

مثلاً اسی مسئلے کو لیجئے کہ اقبالؒ کے کام کو جن تین ادوار میں تقسیم کیا گیا۔ ان میں سے پہلے کو یا پہلے اور دوسرے کو فن کا آئینہ دار قرار دیا گیا اور بعد کے سارے کلام کو فکر کا آئینہ دار۔ یعنی بعد کے اہم ترین دورِ اقبالؒ کو فنی لحاظ سے کمزور شمار کر کے گویا لوگوں کی توجہ ابتدائی حصے پر مذکور کرانے کی کوشش کی جاتی ہے' کیونکہ فکر یا پیغام سے ان حضرات کی جان جاتی ہے۔

جناب عبدالمغنی نے یہ ثابت کیا ہے کہ اقبالؒ کی فکر اور اس کا پیام نہ صرف بانگِ درا (یا بانگِ درا اور بالِ جبریل) میں نمایاں طور پر موجود ہے۔ بلکہ بعد کے ادوار میں جسے تم فکر کا دور کہتے ہو اس میں اقبالؒ کا فن اپنے معیار پر قائم ہے' بلکہ ارتقاء کرتا رہا ہے۔ کیا خوب لکھا ہے کہ :-

> "بانگِ درا ظاہر ہے کہ منزلِ مقصود کی طرف روانگی کا اعلان ہے۔ منزل کی طرف سفر تو ۱۹۰۱ء کے آس پاس ہی سے شروع ہو گیا تھا اور راستے کے نشانات بھی واضح تھے۔ ساری کاوشیں ایک معیّن رخ پر سفر کی رفتار تیز کر کے مقررہ منزل تک پہنچنے کی کرنی تھیں۔ اور مغرب کی ہواؤں نے بس مہمیز کا کام کیا جس کے بعد بالِ جبریل سے پرواز کا مرحلہ آیا اور آگے بڑھ کر ضربِ کلیم سے بھی کام لینا پڑا' یہاں تک کہ ارمغانِ حجاز کے سامان بہم ہو گئے۔ (ص ۲۳)